ایک محمد بن سہل بن عسکر بن عمارہ مولی بنی تیم البخاری (متوفی ۲۵۱ھ) شہر بغداد میں تھا۔[1] اور بظاہر الطبری نے اس سے اسی شہر میں اپنے پہلے قیام کے زمانے میں تعارف حاصل کیا ہوگا۔ وہ ایسا راوی ہے جس سے علما کی بڑی جماعت نے نقل کیا ہے مثلاً عثمان بن عمر بن فارس[2] اور عبد الرزاق[3] اور یحییٰ بن حسان[4]، قاسم بن کثیر[5]، سعید بن ابی مریم[6]، عبد اللہ بن موسیٰ[7] وغیرہ۔ ان میں سے اکثر کے اخبار تاریخ طبری میں موجود ہیں جو اس کے پاس ان مشائخ کے طریق سے پہنچے ہیں جن کے نام اسانید میں درج ہیں، مگر وہ شیخ جس سے محمد ابن سہل نے وھب بن منبہ کی روایات نقل کی ہیں، اس کا نام اسماعیل بن عبد الکریم[8] بن معقل بن منبہ ابو ھشام

---

[1] ترجمہ دیکھئے: تہذیب التہذیب ۲۰۷/۹ اور تاریخ بغداد ۳۱۳/۵

[2] عثمان بن فارس بن لقیط العبدی، ان کی اصل بخارا سے ہے۔ یہ ابو معشر السندی کے راویوں میں سے ہیں، ان سے ابو خیثمہ نے روایت کی ہے ۲۰۷ھ یا ۲۰۸ھ یا ۲۰۹ھ میں انتقال ہوا۔

تہذیب التہذیب ۱۴۲/۷ - ۱۴۳۔

[3] عبد الرزاق بن ھمام بن نافع الحمیری، ابو بکر الصنعانی ان کے مولا تھے۔ ان سے ابو خیثمہ نے روایت کی ہے۔ ان کی کئی کتابیں ہیں ۲۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب التہذیب ۲۱۰/۶ "صاحب المصنفات"

الشذرات ۲۷/۲

[4] یحییٰ بن حسان بن حیان التنیسی البکری ابو زکریا البصری۔ ۲۰۸ھ میں مصر میں وفات پائی۔ ایک قول کے مطابق ۲۰۷ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب التہذیب ۱۹۷/۱۱

[5] القاسم بن کثیر بن النعمان الاسکندرانی، اور المصری بھی کہے جاتے ہیں تقریباً ۲۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

تہذیب التہذیب ۳۳۰/۸

[6] سعید بن الحکم بن محمد بن سالم المعروف بابن ابی مریم الجمحی ابو محمد المصری۔ مصر کے باشندے تھے ۲۲۴ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب التہذیب ۱۸/۴

[7] عبید اللہ بن موسیٰ بن ابی مختار، اس کا نام باذام العبسی ہے اور ان کا مولا الکوفی ہے۔ ان سے متعدد علما نے روایت کیا ہے ۲۱۳ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب التہذیب ۵۲/۷ - ۵۳

[8] تہذیب التہذیب ۳۱۵/۱ " اور وہ صحیفہ" جسے وہ 'وھب عن جابر' کی سند سے روایت کرتا ہے کچھ اصل نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ وہ کتاب ہے جو اُن کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ اس نے 'عن وھب عن جابر' کی سند سے کچھ نہیں سنا ہے"۔ صحیفہ ھمام عن ابی ھریرہ مشہور ہے"۔ ھمام، وھب بن منبہ کے بھائی تھے۔

(متوفی ۲۱۰ھ) ہے اور یہ اسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس میں وھب بن منبہ نے پرورش پائی تھی۔ اس کی نمائندہ روایات میں اکثر وہ ہیں جن کا علاقہ اسرائیلیات سے یا عہد نامہ قدیم سے ہے۔

اسماعیل بن عبدالکریم اس خاندان کا نفس ناطقہ تھا۔ وہ اس خاندان کے جد اعلیٰ (وھب) کی مدح میں متعدد اخبار کی روایت کرتا ہے جو اس خاندان کی ناک تھا اور اسی نے یمنی مدرسے میں اس گھرانے کا گہرا اثر قائم کیا تھا۔۔۔ خصوصاً صنعاء کا مدرسہ جو وھب بن منبہ اور یمانی یہودیوں کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ ایک حدیث کی سند پیش کرتا ہے کہ اس سے محمد ابن داؤد نے اپنے باپ داؤد بن قیس الصنعانی کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: میری امت میں دو شخص ہوں گے، ان میں ایک وھب ہے جسے اللہ حکمت سے بہرۂ وافر عطا کرے گا اور دوسرا غیلان ہے جس کا فتنہ اس اُمت میں شیطان کے فتنے سے بدتر ہوگا۔ یہی اس خبر کا راوی بھی ہے جو ان کتابوں میں ملتی ہے جن کی نسبت داؤد بن قیس الصنعانی سے کی جاتی ہے، کہ داؤد نے کہا: "میں نے وھب بن منبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ۹۲ کتابیں وہ پڑھی ہیں جو سب کی سب آسمان سے نازل ہوئی تھیں ان میں سے ۷۲ تو وہ ہیں جو کلیساؤں میں اور عوام الناس کے ہاتھوں میں ہیں اور بیس وہ ہیں جن کا علم بہت ہی قلیل لوگوں کو ہے۔ ان میں سے ہر کتاب میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ جس نے اپنی ذات سے ذرا سی مشیت (اختیار) کو بھی منسوب کیا وہ کافر ہوگیا۔"[1] میں نہیں جانتا کہ وھب بن منبہ نے توراۃ کو بھی صحیح صحیح پڑھا ہوگا یا نہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک ذہین آدمی تھے اور ہر بات کی معرفت کا دعویٰ کر سکتے تھے حتیٰ کہ ان زبانوں سے واقفیت کے بھی جنھیں وہ قطعاً نہیں سمجھتے تھے اس لئے مدعی تھے کہ اس سے فضیلت میں اضافہ ہو اور لوگ ان کے گرد جمع ہوں۔

اسماعیل بن عبدالکریم نے اس خاندان کے لوگوں سے روایت کیا، چنانچہ وہ اپنے چچا زاد بھائی

---

[1] طبقات ابن سعد ۳۶۶/۵ "قرأت من کتب اللہ اثنین وتسعین کتاباً" الشذرات ۱۵۰/۱ "وہ اگلے زمانے کی کتابوں، پچھلی امتوں کے اخبار اور قصص سے گہرا شغف رکھتے تھے حتیٰ کہ اپنے زمانے میں کعب الاحبار سے مشابہت رکھتے ہیں، ان کی ایک چھوٹی سی کتاب ملوک حمیر کے بارے میں بھی ہے۔"

ابراھیم بن عقیل بن معقل بن منبہ الصنعانی سے روایت کرتا ہے اور اپنے چچا عبدالصمد بن معقل سے بھی نقل کرتا ہے۔ اسی طرح یمن کے اُن متعدد لوگوں سے روایت کرتا ہے جو اس خاندان سے کسی نہ کسی طرح متصل تھے مثلاً عبدالملک بن عبدالرحمٰن الذماری جو یمن کے ایک شہر ذمار کے باشندے تھے یا علی بن الحسین جو اہلِ یمن میں سے ہے اور وھب بن منبہ کا خاص آدمی تھا[1]

ان میں ابراھیم بن عقیل[2] ایسی شخصیت ہے جس کے بارے میں ہم کچھ گفتگو کریں گے۔ اس نے اپنے باپ عقیل سے اور عقیل نے اپنے والد معقل (برادر وھب بن منبہ) سے روایت کی ہے جو وھب سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ اور پھر وھب نے اُن سے روایت کی[3] اور عبدالصمد، جو الطبری کے رجالِ سند میں داخل ہے وہ معقل کا بیٹا ہے۔ اس طرح وھب بن منبہ اس کے چچا ہوئے۔ اس کا انتقال ۱۸۳ھ یا ۱۹۰ھ میں ہوا[4] اس نے اپنے چچا وھب بن منبہ اور طاؤس و عکرمہ سے روایت کی پھر اس سے اخباریوں نے خاص طور سے صنعاء کے باشندوں مثلاً عبدالوہاب ابن معقل، یا عبدالصمد کے بیٹوں یحییٰ اور یونس کی اولاد، یا عبدالرزاق، محمد بن خالد اور عمر ابن عبید وغیرہ نے روایت اخذ کی جو سب کے سب صنعانی ہیں[5]

وھب کے اخبار الطبری نے ایک اور شخص سے بھی اخذ کئے ہیں جس کا نام الحسن بن یحییٰ بن الجعد ابن نشیط العبدی ابو علی بن ابی الربیع الجرجانی ہے (متوفی ۲۶۳ھ یا ۲۸۵ھ) یہ بغداد میں رہتا تھا[6] یہ عبدالرزاق بن ھمام بن نافع بن منبہ (برادر وھب) کے راویوں میں سے ہے۔ ۲۱۱ھ میں اس کا انتقال ہوا اور ۱۲۶ھ میں پیدا ہوا تھا، اس کی متعدد کتابیں اور تالیفات ہیں ان میں سے ایک کتاب السنن فقہ کے موضوع پر ہے، ایک کتاب المغازی ہے[7] شاید اس نے اپنی

---

[1] تہذیب التہذیب ۱/۳۱۵۔ [2] تہذیب التہذیب ۱/۱۴۶۔ [3] الطبقات ۵/۳۶۶۔

[4] تہذیب التہذیب ۶/۳۲۸۔ [5] ایضاً ۶/۳۲۸۔ [6] ایضاً ۲/۳۲۲۔ الشذرات ۲/۱۴۷!

[7] یہ حدیثیں البخاری کے شیخ اور تفسیر کی ایک کتاب کے مولف بھی ہیں۔ کشف الظنون ۱/۵۲ (طبع استنبول وکالۃ المعارف) ۱۹۴۱ء۔ الفہرست/۳۱۸ "عبدالرزاق بن ھمام العلامہ الحافظ ابوبکر الصنعانی صاحب المصنفات"۔ الشذرات ۲/۲۷۔ تہذیب التہذیب ۶/۳۱۰

ارتقاء (SURVIVAL OF THE FITTEST) کو سراہا۔ ڈاکٹر وائٹ ہیڈ (DR. WHITE HEAD) اس نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "یہ نظریہ پوری انسانیت کی تحریک کے لئے ایک کھلا ہوا چیلنج ہے........ انسانی اخوت کے اصول پر کاربند ہونے کے بجائے یہ ہمیں کمزور اور ناموزوں مخلوق کی بیخ کنی کا درس دیتی ہے، وہ آگے لکھتے ہیں کہ "عصر جدید کا نظریۂ وراثت (DOCTRINE OF HEREDITY) اس چیلنج کو مزید قوت و توانائی بخشتا ہے۔" ۳۳

(بقیہ صفحۂ گزشتہ) سیاحوں کے گروہ میں داخل ہوگیا۔ اس بحری سفر میں اس نے جو مشاہدات کیے ان سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی اساسی صورت نے مطابقتِ حیات میں مختلف صورتیں اختیار کرلی ہیں۔ اس نے جنوبی امریکہ سے ایک ہزار ایک سو کیلومیٹر کی دوری پر گیلوپیگوس کے جزیروں میں ایسے جانور اور پودے دیکھے جو جنوبی امریکہ کے حیوانات اور نباتات سے خاص مشابہت رکھنے کے باوجود ایسی انواع کے تھے جو دنیا میں اور کہیں نہیں ملتیں۔

ڈارون کے سامنے یہ بنیادی سوال پیدا ہوا کہ اس مشابہت اور مخالفت کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے۔ اور اس نے اپنی تمام زندگی اس سوال کے جواب میں وقف کردی۔ اس عظیم محقق فطرت نے ۱۹ر اپریل ۱۸۸۲ء کو داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ (تاریخ فلسفۂ جدید۔ جلد دوئم۔ صفحات ۵۰۸ تا ۵۱۱)

۳۳: ADVENTURES OF IDEAS, PP. 44-45. QUOTED IN BURGH, TOWORDS A RELIGIOUS PHILOSOPHY, P. 207

مکرم بندہ! آداب

بہت دن ہوئے، میں نے درخواست کی تھی کہ جن اصحاب کے پاس مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے خطوط ہیں، وہ انھیں (اصل یا ان کی نقل) میرے پاس بھیج دیں تاکہ انھیں "مکاتیب مولانا آزاد" میں شامل کیا جاسکے، جو زیر ترتیب ہے، اس درخواست پر بہت سے احباب نے لبیک کہا، اور خطوط بھیج دیئے، لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ابھی تک کئی اصحاب نے معاملے کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا، اور اسی لئے خطوط نہیں بھیجے، میں دوبارہ درخواست کرتا ہوں کہ یہ خطوط جلد از جلد بھیج دیئے جائیں، اس طرح سے وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوجائیں گے، اور افراد کے پاس پڑے رہنے سے ان کا تلف ہوجانا یقینی ہے۔ اصلی خطوط کام ختم ہوجانے پر واپس بھیج دیئے جائیں گے۔

مالک رام، ساہتیہ اکاڈیمی۔ رابندر بھون: ۳۵ فیروز شاہ روڈ، نئی دہلی

تاریخِ طبری کے مآخذ

نوشتہ : ڈاکٹر جواد علی، عراق اکادمی، بغداد
ترجمہ : نثار احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس مختصر تمہید کے بعد ہم اُن مآخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں جن سے الطبری نے فائدہ اٹھایا ہے۔ حقیقت میں الطبری کے مآخذ سے بحث کرنے کا مطلب دوسرے لفظوں میں اُس کے زمانے تک "عربوں کی تاریخ نگاری کی تاریخ" لکھنا نیز اُن مورخوں سے بحث کرنا اور اُن کی تالیفات میں جن نظریات کا گہرا اثر ملتا ہے اُن کی کھوج لگانا ہے۔ اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے، خصوصاً جب کہ اُن میں سے بہت سے اخبار ضائع ہو چکے ہیں، اور لوگوں کی عادت یہ رہی ہے کہ سیاسی اور عسکری تاریخ لکھنے میں اختصار یا کوتاہی برتیں، اور تاریخ میں ثقافت کے اثرات سے بھی بحث نہ کریں۔ یہاں تک کہ عام نظریہ یہ ہوگیا کہ عربوں کی علمی اور ثقافتی تاریخ عہدِ عباسیہ سے شروع ہوئی ہے۔ اور اس سے پہلے لوگ صرف جنگ و جدل ہی میں منہمک رہتے تھے۔ اور یہ وہ نظریہ ہے جسے مخالف سیاست نے پھیلایا تاکہ وہ پچھلے زمانے میں اپنی شکستوں کا انتقام لے سکے۔

وھب بن منبّہ | قصص انبیا اور تاریخِ رسل کے سلسلے میں جو نام سامنے آتے ہیں اُن میں وھب بن منبہ[۱]

---

[۱] وفات سنہ ۱۱۴ھ۔ الشذرات ۱/۱۵۰، المعارف/۱۵۸ (قاہرہ سنہ ۱۳۰۰ھ) میزان الاعتدال ۲/۲۷۸ التذکرہ ۱/۸۸، ابن سعد: الطبقات ۵/۳۹۵، ابن حجر: التہذیب ۱۵/۱۰۶، ۲۳۲ الیافعی: مرآۃ الجنان ۱/۸۔

کا نام سب سے پہلے آتا ہے پھر کعب الاحبار، عبداللہ بن سلام اور محمد بن کعب القرظی آتے ہیں۔ لیکن وھب بن منبہ کی طرف اخباریوں نے بہت سی کتابوں کی نسبت کردی ہے جن کے بارے میں گمان کیا جاتا ہے کہ وھب ان کے مترجم یا مؤلف ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب قدر کے بارے میں ہے جس کے لیے عمرو بن دینار کا قول ہے کہ انھوں نے شہر صنعاء میں وھب بن منبہ کے گھر پر دیکھی تھی۔[1] دوسری کتاب الملوک المتوجہ من حمیر وأخبارھم وقصصھم وقبورھم وأشعارھم[2] ہے اسے ایام العرب کے طریقے پر مدوّن کیا گیا ہے اس میں وھب بن منبہ نے طریقۂ اسناد کی پابندی نہیں کی ہے۔[3] اسی کتاب کی بنیاد پر ابو محمد عبدالملک بن ھشام بن ایوب الحمیری (متوفی ۲۱۳ھ یا ۲۱۸ھ) نے اپنی "کتاب التیجان فی ملوک حمیر" تالیف کی۔[4] اس نے جو کچھ وھب کی کتاب سے اخذ کیا اس میں وہ نیا مواد بڑھا دیا ہے جو اسے دوسری کتابوں میں ملا تھا مثلاً محمد بن السائب الکلبی کی[5] تالیفات یا ابو مخنف لوط بن یحییٰ جو زمانہ اسلام کے عراق کے واقعات پر اتھارٹی سمجھا جاتا ہے،[6] یا زیاد بن عبداللہ بن الطفیل العامری ابو محمد الکوفی[7] جو البکائی کے نام سے مشہور ہے اور جو ابن اسحٰق کی سیرۃ کے راویوں میں سے ہے جس کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی اور اس سے ابن ہشام نے ابن اسحٰق کی سیرۃ نقل کر کے موجودہ سیرۃ ترتیب دی جو آج کل سیرۃ ابن ھشام کے نام سے معروف ہے۔ وہ خود عالم تھا اور سیرۃ کے موضوع سے شغف رکھتا تھا، اس سے علماء کی ایک جماعتِ کثیر نے روایت کی ہے جن میں محمد بن اسحٰق کے دوست الحسن بن عرفہ بھی شامل ہیں۔[8]

---

[1] ارشاد الاریب ۷/۲۳۲۔ [2] الارشاد ۷/۲۳۲ "کتاب المتوجہ من حمیر وأخبارھم وغیر ذلک" "الملوک المتوجّہ من حمیر وأخبارھم وقصصھم وقبورھم وأشعارھم" ابن خلکان: الوفیات ۲/۲۳۸

BROCKELMANN : SUPPL. VOL 1. P 101

(3) ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM VOL 4 P. 1084

[4] یہ حیدرآباد دکن سے ۱۳۴۷ھ میں چھپی ہے اس کے ساتھ ہی "اخبار عبید بن شریہ الجرھمی فی اخبار الیمن وأشعارھا وأنسابھا" بھی شامل ہے۔ نیز انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۲/۳۸۴

[5] التیجان / ۱۳۲، ۲۱۲، ۲۱۳ وغیرہ [6] التیجان / ۱۲۵، ۱۸۰۔

[7] التیجان / ۶۶-۷۵ عن البکائی۔ لسان المیزان ۶/۸۳۶ سیرۃ ابن ھشام اخراج محمد محی الدین عبدالحمید ۱/۱۶ کتاب الکنی والالقاب ۲/۸۲ لعباس بن رضا القمی (مطبع العرفان لبصیدا) ۱۳۵۸ھ۔ [8] لسان المیزان ۶/۸۳۶۔

ابن ھشام نے وھب بن منبہ کی روایات کے حصول میں جس اہم مرجع پر اعتماد کیا ہے وہ اسد بن موسیٰ ہے جس نے ابو ادریس بن سنان سے اخذ کیا ہے جو وھب کی روایات کا ناقل اور مدوّن بھی ہے۔[1] اسی لئے آپ ابن ھشام کی تالیفات میں دیکھیں گے کہ وہ وھب بن منبہ کی اصل کتابوں سے اخذ کرتا ہے اور ان باتوں کا ان میں اضافہ کر دیتا ہے جو اس نے دوسرے لوگوں سے نقل کی ہیں۔

بظاہر الطبری نے وھب بن منبہ سے یا ابن ھشام کی دوسری مولفات سے کچھ نقل نہیں کیا، شاید اسے اپنے زمانہ قیام مصر میں یہ کتابیں دستیاب نہ ہو سکیں حالانکہ ابن ھشام فسطاط میں مرا تھا اور وہاں خاصی شہرت حاصل کر چکا تھا۔[2]

وھب کی ایک اور کتاب مغازی میں بھی بتائی جاتی ہے جس کا نام بعضوں نے مغازی رسول اللہ بیان کیا ہے، لیکن اس کے کچھ آثار نہیں ملتے تھے، حتیٰ کہ مستشرق بیکر (C. H. BECKER) نے قلمی اوراق کے ایک مجموعے میں جو جرمنی کے شہر ہائیڈل برگ میں ملا تھا۔ اور جس کا نام "بیاض SSHOTT - REINHARDT" بتایا جاتا ہے، اور یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مغازی و سیرت کے موضوع پر ہے۔ تحقیق سے ظاہر ہوا کہ یہ وھب بن منبہ کی روایت ہیں جیسے عبدالمنعم بن ادریس ابن بنت وھب نے روایت کیا ہے، اس میں ہجرت سے قبل کے کچھ حوادث کا ذکر ہے اور کچھ غزوہ خثعم کا۔[3]

اسی طرح ایک کتاب المبتدأ یا المبدأ بھی وھب کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ یہ دنیا کی پیدائش کے بارے میں ہے اور عبدالمنعم بن ادریس (متوفی ۲۲۸ھ) بن سنان (وھب کا نواسا) کے پاس تھی۔ مگر ابن الندیم نے اسے عبدالمنعم ہی سے منسوب کیا ہے۔[4] عبدالمنعم مشہور قصہ گو تھا، اس کے بارے میں

---

[1] التیجان/ ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۷۳ وغیرہ۔

[2] ابن ھشام کا نام تاریخ طبری میں کہیں نہیں آیا۔ ملاحظہ ہو فہرست الطبری ص ۳۶۱

(3) ENCY. OF ISLAM VOL 4 P. 1085, C. H. BECKER: PAPYRI SCHOTT REINHARDT 1. 8. FIICK: MOHAMMED IBN ISHAQ P. 4 LIDZ BARSKI P. 2, WENSINCK P. 700

[4] "کتاب المبتدأ والسیر لوھب بن منبہ" الفہرست/ ۱۳۸ - "کتاب المبتدأ" ابن حجر: الاصابہ ۱/ ۸۸۷

اس کتاب کی تالیف میں جسے وھب بن منبہ نے شروع کیا تھا، اس سے استناد کیا ہے اور عبدالمنعم بن ادریس کو اجازت دی ہے۔ اس نے معمر بن راشد (متوفی ۱۵۳ھ) سے بھی روایت کی ہے جو ازد کے موالی میں سے تھا اور بصرہ چھوڑ کر یمن میں آباد ہو گیا تھا اور قدرتی طور پر اس کا رابطہ آل منبہ سے قائم ہو جاتا تھا جو شہر صنعاء میں قصص و اخبار اور مغازی میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ چناں چہ وہ اُن سے متاثر ہوا اور اس نے بھی مغازی کے موضوع پر ایک کتاب لکھی۔[۱] غالباً یہی وہ کتاب ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے یا وہ اس پر مبنی ہوگی، اسے عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ وھب بن منبہ کے اقوال نقل کرنے والے اکثر مورخوں نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا، اس لئے جو کتابیں وھب کی روایات سے مقتبس ہیں، مثلاً: ابن قتیبہ الدینوری[۲] (متوفی ۲۷۶ھ) کی کتاب المعارف اور عیون الاخبار، یا تاریخ یعقوبی[۳] جس کا مصنف احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب مشہور کاتب ہے جو ابن واضح کے نام سے معروف ہے، جس کا انتقال ۲۹۲ھ میں ہوا۔ ان کا موازنہ المسعودی کی مروج الذھب، یا الثعلبی[۴] (متوفی ۴۲۷ھ) کی قصص الانبیاء سے مفید ہوگا

[۱] اس کا سال ۱۵۲ھ، ۱۵۳ھ و ۱۵۴ھ بتایا جاتا ہے۔ الشذرات ۱/۲۳۵۔ الطبقات ۵/۳۹۷۔
ابن ندیم نے اسے اہلِ کوفہ میں سے لکھا ہے۔ الفہرست/۱۳۸ تہذیب التہذیب ۱۰/۲۴۴ وغیرہ۔

[۲] میں نے محمد اسمٰعیل عبداللہ الصاوی کے چھاپے ہوئے پہلے ایڈیشن سے فائدہ اٹھایا ہے۔
(قاہرہ ۱۹۳۴ء) "ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری": عیون الاخبار (طبع دار الکتب المصریہ - قاہرہ) ۴/۱۲۔

[۳] اس کا ایڈیشن مطبوعہ نجف میرے سامنے رہا ہے جو تین جلدوں میں ہے۔

[۴] "عرائس المجالس فی قصص الانبیاء" احمد بن محمد بن ابراہیم ابو اسحٰق نیشاپوری مشہور مفسروں میں سے ہے۔ اس کی کتاب "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" بھی ہے۔ اور قصص الانبیاء یا "عرائس المجالس فی قصص الانبیاء" کئی بار قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔ اس کے لئے رجوع کریں۔
الارشاد ۲/۱۰۴۔ وفیات الاعیان رقم ۳۰ ج ۱/۲۶۔ طبقات السبکی ۳/۲۳۔ بغیۃ الوعاۃ/۱۵۴

ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM VOL 4 P 735

WÜSTENFELD : GESCH. D ARA. P 185,

SCHWALLY: VOL 2 P 174

کیونکہ یہ کتاب بھی ایسی ہے جس کا مواد اُن اخبار سے فراہم ہوا ہے جو وھب بن منبہؒ کعب الاخبار اور عبداللہ بن سلام کی طرف منسوب ہیں۔[1] اس طرح الطبری کی تاریخ میں وھب بن منبہؒ سے منسوب صحیح روایات کو جاننے اور اُن کے قدیم ترین مآخذ سے رجوع کرنے میں مدد ملے گی جن کے بارے میں ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ وھب نے اُن مآخذ سے مواد حاصل کیا ہے اور وہ توراۃ، تالمود اور قصصِ بنی اسرائیل ہیں۔

جب میں نے تاریخ طبری میں وھب بن منبہؒ سے منقول روایات کا عہدنامہ قدیم سے موازنہ کیا تو یہ نتیجہ برآمد کیا کہ وھب نے بعض جگہ تو ٹھیک نقل کیا ہے۔ مثلاً توراۃ میں جو کچھ آیا ہے وہ ٹھیک نقل ہوا ہے۔ لیکن کہیں اُس نے ایسے معاملات میں غلطی کی ہے جو بالکل بدیہی تھے اور یہ غلطی ایک ایسے یہودی نژاد سے نہیں ہونی چاہئے تھی جو احکام توراۃ سے واقف ہو۔ مثلاً شجرۂ انساب میں۔

بظاہر اس کے مرویات میں کچھ اقوال ایسے بھی ہیں جن کا ماخذ لازماً نصرانی رہا ہوگا۔[1] کچھ اقوال وہ ہیں جن پر جاہلیت یا اسلامی ذہن کی چھاپ ہے یہ انبیاء و عباد کے قصوں پر یا بنی اسرائیل کی احادیث میں شامل ہوگئے ہیں جنھیں عبدالمنعم بن ادریس بن سنان (متوفی ۲۲۸ھ) بغداد میں لوگوں کے سامنے روایت کرتا تھا اور یہ توراۃ سے ماخوذ ہونے کی وجہ سے پھیل جاتے تھے۔[2]

وھب بن منبہؒ کی احادیث میں آپ کو کچھ وہ ملیں گی جن کی اصل یونانی ہے یا یونان کا نصرانی فلسفہ ہے جو یہودیت پر اثر انداز ہوگیا تھا۔ مثلاً وہ باتیں جو وھب نے عناصر کے یا چار طبائع کے بارے میں کہی ہیں۔ ان کی اصل یونانی نظریہ ہے جسے فلسفی انبادقلس[3] EMPEDOKLES (مابین ۴۹۰-۴۳۰ قبل مسیح) نے پیش کیا تھا پھر اس میں طالیس THALES (۶۲۵-۵۴۵ ق م) کا نظریہ بھی

---

[1] الطبری ۱/۱۰۲، اس کا مقابلہ "تکوین" سے کیجئے اصحاح ۱۰ آیہ ۲۱ وبعد۔ اسی طرح مولد مسیح کا بیان اور ان کی زندگی کے لئے دیکھئے۔ تفسیر الطبری ۳/۱۴۸-۱۷۷-۱۶/۴۳

[2] ابن سعد: الطبقات ج ۷ قسم ۲/۹۷

(3) HEINRICH SCHMIDT : PHILOSOPHISCHES WÖRTERBUCH P. 148

KAFKA, ZOR PHYSIK DES EMPCDOKLES IN PHILOLOGUS' 78. 1923

شامل ہو گیا جو کہتا ہے کہ دنیا کی اصل پانی سے ہے۔[1] اور انکسی مینس ANAXIMENES (۵۸۵ - ۵۲۵ ق م) کا قول ہے کہ کائنات کی بناد ہوا پر ہے۔[2] پھر ہرقلیطس HERAKLEITOS (۵۴۰ - ۴۸۰ ق م) نے کہا کہ بنائے عالم آگ سے ہوئی ہے،[3] اور انکسمندر ANEXIMANDR (۶۱۱ - ۵۴۵ ق م) کا گمان تھا کہ ہر شے کی اصل[4] APEIRON " لانہائیت " یا " ازلیت " پر ہے جس کا بیان یا شناخت ممکن ہی نہیں۔ یہ گویا " پہلی علت " یا پہلا مسبب یا پہلا فاعل[5] ہے۔ اب انباد قلس نے پچھلے تینوں عناصر کو لے کر اُن میں ایک عنصر " مٹی " اور شامل کر دیا کیوں کہ یہ محسوس عنصر ہے جسے چھوا جا سکتا ہے اور ان عناصر کی ترکیب کے لئے مناسب بھی ہے، اور اس نے دعویٰ کیا کہ دنیا کی ہر شے ان چار عناصر سے مرکب ہوئی ہے، چنانچہ انھیں عناصر اربعہ سے طبائع اربعہ کا نظریہ پیدا ہوا جس کے لئے وھب بن منبہ کا بیان بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے توراۃ میں لکھا ہوا دیکھا تھا۔ " میں نے توراۃ میں دیکھا: " میں۔ جب آدم کو پیدا کیا تو اس کا جسم چار چیزوں سے ترکیب دیا، پھر اسے اس کی اولاد میں متوارث کر دیا کہ یہ چاروں عناصر اُن کے جسموں میں پیدا ہوتے رہیں اور قیامت کے دن تک اُن کے توالد کا سلسلہ جاری رہے[6]..." اس قول کی نسبت اگر وھب کی طرف درست ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مدراشیم (المدراش) سے اور فلسفۂ یونانی کے زیرِ اثر لکھی جانے والی شرحوں اور تفسیروں سے واقفیت رکھتے تھے لیکن ان کا یہ قول کہ " میں نے توراۃ میں لکھا دیکھا " محض بے بنیاد ہے، یہ غالباً ازروئے تعمیم لکھ دیا ہے، جیسا کہ مسلم اخباریوں کی عادت ہو گئی تھی کہ وہ عہد نامۂ قدیم

(1) SCHMIDT PHIL. 657 (2) DIELS H. FRAGMENTE DER VORSOKRETIKAR 1922. W. CAPELLE DIE (KTA) 1935 (3) DIELS H. VON EPHESOS 1909 SNELL, H. FRAGMENTE 1925. WEERTS, H. UND HERAKLITEER 1927 (4) SCHMIDT P 22 J. BURNET: EARLY GREEK PHILOSOPHY LONDON 1914 (5) SCHMIDT P. 32. P. TANNERY, PONR L'HISTORY DE SCIENCE HELLENE PARIS 1887

(6) عیون الاخبار ۲/۶۲

یا تالمود کو بھی توراۃ کہہ دیتے تھے۔[1] اسی طرح مدراشیم ترکوم بابلی اور ترکوم فلسطینی اور دوسری کتابوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق کرتے تھے۔ لوگوں کو ان سب کتابوں کا علم نہیں تھا اس لیے وہ ہر کتاب کو توراۃ ہی کہہ دیتے تھے جو زیادہ مشہور تھی۔

---

[1] لفظ توراۃ TORATH سے ماخوذ ہے اصل میں یہ لفظ TORAH ہے جس کے معنی قانون ہیں، یعنی وہ وحی جو یہوا نے موسیٰ پر نازل کی، یہ حضرت موسیٰ کے پانچ سفروں کا بیان ہے، لیکن مسلمانوں نے لفظ توراۃ کو موسیٰ کے اسفارِ خمسہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ انھوں نے دوسرے اسفار یعنی تلمود کے دو حصوں، ترکوم بلکہ تاریخی کتابوں اور قبائلی قصوں تک کو توراۃ کہنا شروع کر دیا۔ دیکھیے لفظ توراۃ WENSINCK, HANDWOR P 744 HASTINGS P 532 ENCY. BIBLICA P 2714. تلمود کے معنی ہیں "تعلیم" اور اس کے دو حصے ہیں: مشنہ (MISHNA) یہ تو گھڑی ہوئی ہے۔ اور جمارہ یہ "تعلیم" کی تفسیر ہے۔ تعلیم، مشنہ، اور تکرار۔ یہ مجموعہ ہیں۔ یہودیوں کی ان مختلف تقلیدوں کا جو کتاب مقدس کی آیات پر کی گئیں۔ یہ وہ تقالید ہیں جن پر حضرت موسیٰ نے عمل کیا تھا جب وہ پہاڑ پر گئے ہوئے تھے پھر ہارون، الیعاذر یشوع وغیرہ نے انھیں جمع کیا اور انھیں انبیاء کے سپرد کر دیا، انبیاء سے یہ مجمع مقدس کے ممبروں کو پہنچیں (PIRQE ABOTH 1-1) مقدس گروہ کے ارکان اور اُن کے خلفا اپنے معابد "الکنیس" (SYNAGOGUES) میں توراۃ پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کی آیتوں کی تشریح عوام کے سامنے کرتے تھے اور انھیں احکام کی تعلیم دیتے تھے، اسی میں وہ بنی اسرائیل کی عادات اور لوک قصوں کا عنصر بھی شامل کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس طریقے کو، یعنی متن پڑھنا، شرح کرنا اور اجتہاد کرنا' (SAPHERIM) کہا جانے لگا یعنی "بیان" —— اسی سے "قانون شفاہی" بنایا گیا۔ اور پہلی تفاسیر یا شرحوں پر لفظ میدراش (MIDRASH) یعنی "پڑھانا" یا "باہم پڑھنا" کا اطلاق ہوا۔ زمانہ گزرتا گیا، اور دوسری صدی عیسوی کے لگ بھگ ان شرحوں سے مختلف روایتوں کی پیدائش ہوتی گئی۔ اسی بات نے حاخامیوں کو اس کی ترتیب اور جمع و تدوین پر مجبور کیا۔ چنانچہ اس کی بنیاد MISHNA کو بنایا گیا (HASTINGS P. 890) —— رہی جمارہ (الکمارہ) یا (GAMARAH) وہ ان مناظروں، تعلیموں اور تفسیروں کا مجموعہ ہے جو مدراش کے

میرا خیال ہے کہ اس نے (عبد المنعم بن ادریس) اول سے آخر تک وھب کے لیے وضع کیا ہے۔

بلکہ ایک اور جہت سے ہم دیکھتے ہیں کہ، کعب الاحبار کی طرح وہ بھی بہت سی پیشین گوئیاں، پہادری کے قصے، لوک کہانیاں، حتیٰ کہ بادشاہوں اور خلفاء کے اوصاف وغیرہ توراۃ کی طرف منسوب کرنے میں مطلق نہیں جھجکتا۔ اور یہ کچھ احاد حدیثوں کے قبیل سے نہیں، نہ اتنی قلیل روایات ہیں جن سے اسے بآسانی بری الذمہ قرار دینا ممکن ہو، بلکہ یہ بہت کثرت سے وارد ہوتی ہیں اور اس کے اس لمبے چوڑے دعوے کی تائید کرتی ہیں کہ وہ "اخبار ماضیین" سے نیز ان کتابوں سے جو انبیاء و مرسلین پر نازل کی گئیں پوری واقفیت رکھتا ہے، نیز وہ ان کتابوں کو بھی پڑھ سکتا تھا جن کو پڑھنا اور لوگوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وھب نے یہ سب اخبار اپنی طرف سے گھڑلیے ہیں ان میں کچھ تلمود سے ماخوذ ہیں، کچھ اس کی ان شرحوں سے لیے گئے ہیں جو حضرت مسیح کے بعد ربانیوں نے تیار کی تھیں، یا نصاریٰ کی کتابوں سے ہیں، جیساکہ جزیرہ نمائے عرب میں نصرانیت کے پھیلاؤ سے اس کی واقفیت دلالت کرتی ہے۔ یا نجران میں نصاریٰ کے مقتولوں کے حوادث سے ماخوذ ہیں۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سلسلے میں ہوئیں یعنی جب کتاب مقدس مشنہ کے بعد کلیساؤں میں پڑھائی جاتی تھی اس وقت جو بحث ہوتی تھی۔

تلمود کی دو قسمیں ہیں: بابلی تلمود جو پانچویں صدی میں لکھی گئی، اور یروشلمی تلمود یا "تلمود یروشلم" جسے حاخاموطبریہ نے تیسری اور پانچویں صدی کے مابین لکھا۔

مشنہ چھ حصوں پر مشتمل ہے جس میں سے ہر حصے کو SEDARIM کہا جاتا ہے، یہ آرامی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ترتیب یا نظام ـــ ہر SEDER میں کچھ فصلیں ہیں، پھر ہر فصل میں کچھ ابواب ہیں پھر ہر حصہ فقرات پر مشتمل ہے۔ جو لوگ مشنہ کی شرح اور جمع کرتے تھے اُن کو معلّمین TANNAIM کہا گیا۔ یہ سب مشنہ کے زمانے تک تھا، جب مشنہ کا عہد ختم ہوگیا اور ربانیوں نے اعلان کردیا کہ مشنہ کا زمانہ گذرچکا، تو جو لوگ مشنہ کی کتابوں کی شرح کرتے تھے اور انھیں جمع کرکے آخری شکل دیتے تھے انھیں آموریم AMORAIM یعنی مفسّر یا شارح کہا جانے لگا۔ (HASTINGS P. 891)

کچھ حضرت مسیح اور اُن کے حواریوں کے قصے ہیں'، یہ اور اس طرح کی بہت سی باتیں بتاتی ہیں کہ وہ نصاریٰ سے قریب رہے تھے اور ان اخبار کی فراہمی میں نصاریٰ کی کتابوں سے مدد لیتے تھے۔[1]

بظاہر وھب بن منبّہ نے کتابوں سے مدد لی ہے اور اُن کا حصول وھب کے لیے آسان تھا، اخبار میں آیا ہے کہ ھمام بن منبّہ بن کامل بن شیخ الیمانی ابوعقبہ الصنعانی الانباوی جو وھب بن منبّہ کے سگے بھائی تھے۔ اپنے بھائی کے لیے کتابیں خریدا کرتے تھے[2] انھوں نے یقیناً ان کتابوں سے بہت استفادہ کیا اور انھیں اپنے اعلان اور ادّعا کا واسطہ بنالیا، انھیں کتابوں کے ذریعے انھوں نے اسرائیلیات کے ضخیم مواد سے مسلمانوں کی کتابوں کو بھر دیا اور انھیں سے خلفاء کا تقرب اس بنیاد پر حاصل کیا کہ وہ اگلی اُمتوں کا علم رکھتے ہیں اور انھیں پہلے لوگوں کے اخبار اور آسمانی کتابوں سے واقفیت ہے جو دوسروں کو نہیں ہے۔ لیکن ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ان روایتوں میں وہ حصہ بھی کم نہیں ہے جو بنی وھب کے دوسرے افراد نے وھب کی شہرت کا فائدہ اٹھا کر اس کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ نہ انھوں نے وہ باتیں کہیں نہ لکھیں۔ ایسے لوگوں کا سرخیل عبدالمنعم بن ادریس ہے جو کتاب المبتداء کا راوی ہے اور جس پر الثعلبی نے اپنی کتاب قصص الانبیاء میں اعتماد کیا ہے۔

ہم تاریخ الطبری میں وہ حصہ بھی پاتے ہیں جو بلیغ اور سلیس عبارت میں توراۃ کی عبارتوں کا محتاط ترجمہ ہے۔ اسی طرح کچھ عبارتیں مزامیر سے یا دوسری کتابوں سے، یا تلمود سے یا کبھی انجیلوں سے لی ہوئی ہیں۔ اس کے سوا کچھ ایسے قصے بھی موجود ہیں جنھیں وہ توراۃ یا ان آسمانی صحائف کے گمان کرتا ہے۔ جو انبیائے بنی اسرائیل پر نازل ہوئے، حالانکہ فی الواقع یہ ایک طرح کے لوک قصے ہیں جو عربوں میں یا عرب کے یہودی یا نصرانی قبائل میں رائج تھے اور انھیں کتب یہود سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ اندریں حالات ہم کہہ سکتے ہیں کہ کتب رجال کے مصنفین اور قصاص جو یہ سمجھتے رہے ہیں کہ کعب الاحبار یا وھب بن منبّہ

---

[1] یہودیوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنی طرف سے کتابیں لکھتے تھے جو انھوں نے عربوں سے خریدی ہوتی تھیں پھر انھیں یہ کہہ کر بیچتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں، "تاکہ انھیں تھوڑا سا معاوضہ مل جائے۔"

[2] تہذیب التہذیب ۱۱/۶۷

نے خدا کی طرف سے نازل ہونے والی "بہت سی" کتابیں پڑھی تھیں، تو اُن کی مراد در اصل اسفار توراۃ یا کتب تلمود اور ان کی تفاسیر سے ہوتی ہے۔

کعب الاحبار اب کعب الاحبار کو لیجیے۔ ان سے الطبری نے انبیاء اور اسرائیلیات کے بارے میں اقوال نقل کیے ہیں۔ وہ یمن کے رہنے والے یہودی تھے اور انھیں ابو اسحٰق کعب بن مطیع بن ھیسوع بتاتا ہے۔ یہ ابوبکرؓ یا عمرؓ کے زمانے میں ایمان لائے اور کعب الاحبار یا کعب الحبر کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ لفظ حابیر HABER سے ماخوذ ہے[1] جس کے معنی بابلی یہودیوں کے نزدیک "عالم" ہیں۔ یہ درجہ ربانیوں[2] RABBI کے بعد کا ہے۔ اس سے زیادہ ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے نہ اُن سے کوئی کتاب منسوب ہے۔ اور بظاہر جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ بھی بطریقِ روایت ہی ہے۔ الطبری نے اپنی تاریخ میں جو جملے ان سے منسوب اقوال کے نقل کیے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قدیم مصادر سے لیے ہیں۔ اور اُن کا ابھی تک گہری نظر سے مطالعہ نہیں کیا گیا، نہ ان کا موازنہ و مقابلہ یہودی مصادر اور کلیسائی روایات سے کیا گیا ہے۔ جس سے ان اقوال کا اُن سے قرب یا بُعد معلوم ہو جاتا۔ وھب بن منبہ کے بعد یہ سب سے اہم مآخذ ہے جس پر قصصِ انبیاء میں اعتماد کیا گیا ہے۔[3]

کعب سے سب سے زیادہ روایت کرنے والے ابن عباس اور ابوہریرہ ہیں[4] اگرچہ جدید تحقیقات کو ابھی تک کوئی دلیل ایسی نہیں ملی ہے جو ابن عباس اور کعب کی ملاقات کو ثابت کر دے اس لئے ہم اُن احادیث کی تصدیق نہیں کر سکتے جو "ابن عباس عن کعب" کی سند سے روایت کی گئی ہیں۔ البتہ ابوہریرہ نے کعب سے جو روایات نقل کی ہیں، اور وہ اکثر قصص انبیاء یا اسرائیلیات سے متعلق ہیں، گہرے مطالعے کی

---

[1] اس کی جمع 'حابیریم' HABERIM آتی ہے۔ [2] دائرۃ المعارف الیہودیہ۔ تحت مادہ RABBI

[3] اسد الغابہ ۲۱۵/۵ - وبعد - ابن سعد: الطبقات م ۷، قسم ۵۶/۲ "کعب الاحبار بن ماتع الحمیری کا انتقال زمانۂ خلافتِ عثمان میں ہوا۔ وہ ابوبکرؓ کے عہد میں ایمان لائے تھے اور عہدِ فاروقی میں یمن سے ہجرت کر کے آئے تھے۔" تذکرۃ الحفاظ ۴۹/۱ - اُن کا انتقال ۳۲ھ یا ۳۴ھ میں ہوا۔ تہذیب التہذیب ۴۳۹/۸ -

[4] الطبری ۱۲۶/۱ وغیرہ۔ النووی/۵۲۳

دعوت دیتی ہیں، خصوصاً جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس طرح کی بیشتر احادیث جو ابوہریرہ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں غیر صحیح ہیں۔ جیسا کہ روایت کی جاتی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے خود ابوھریرہ کی کثرتِ روایت پر اعتراض کیا تھا جب یہ بات اُن کو معلوم ہوئی تو کہنے لگے: "تم لوگ کہتے ہو کہ ابوھریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت حدیثوں کی روایت کرتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ میں ایک غریب انسان تھا اور رسول اللہ صلعم کی خدمت کیا کرتا تھا جس کے عوض مجھے پیٹ بھر کھانے کو مل رہتا تھا، جبکہ مہاجرین بازاروں میں خرید و فروخت کرتے رہتے تھے اور انصار اپنے اموال کی حفاظت میں مصروف ہوتے تھے"[1]

لیکن ظنِ غالب یہ ہے کہ مذکورہ بالا روایت اس شخص کی اختراع ہے جو ابوھریرہ سے روایت کرنے کا مدعی تھا۔

ابوھریرہ سے منسوب احادیث کی تعداد (۳۵۰۰) ساڑھے تین ہزار تک پہنچتی ہے اور ان سے تقریباً آٹھ سو آدمیوں نے روایت کیا ہے[2] جن میں بڑی تعداد موالی کی ہے جو مختلف مقامات اور قوموں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ الطبری کے ہاں کعب الاحبار کے اقوال بہت کم ہیں خصوصاً اگر ان کا مقابلہ وھب بن منبہ کی روایات سے کرکے دیکھا جائے۔ (باقی)

---

[1] عن ابی ہریرۃ۔ صحیح مسلم ۵/۲۰۲۔ ابن الاثیر: اسد الغابہ ۵/۳۱۵
ابن درید: الاشتقاق /۲۷۰ — ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM VOL I. P 93-4-

(2) MARGOLIOTH : MOHAMMAD P 352
ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM VOL I P 94

ماہنامہ تجلی دیوبند کا
حاصلِ مطالعہ نمبر
یکم اگست ۱۹۶۶ء کو شائع ہو رہا ہے

- ایسے منتخب مضامین کا ضخیم مجموعہ جو آپ کے لئے تحفۂ نادرہ ثابت ہوں گے
- لطف یہ ہے کہ تجلی کے مستقل عنوانات مثلاً "تجلی کی ڈاک" اور "مسجد سے میخانہ تک" بھی اس میں موجود ملیں گے
- ملا ابن العرب مکی اس نمبر کے صفحات پر ایک ایسے زاویئے سے داخل ہو رہا ہے کہ شاید عرصہ دراز تک آپ اسے نہ بھلا سکیں
- اس مختصر اعلان میں تعارف کی گنجائش کہاں بس یہ سمجھ لیجئے کہ جس طرح آج تک تجلی نے آپ کو مایوس نہیں کیا انشاء اللہ یہ نمبر بھی آپ کے ذوقِ مطالعہ کے لئے ماحصل کی چیز ثابت ہوگا۔
- تجلی کے سالانہ خریداروں کو یہ نمبر مفت ملے گا۔ آپ آج بھی آٹھ روپے بھیجکر سالانہ خریدار بن سکتے ہیں۔
- قیمت تین روپے ہوگی۔ جو حضرات سالانہ خریدار بنے بغیر تنہا یہی نمبر حاصل کرنا چاہیں وہ ڈاک خرچ ملاکر ساڑھے چار روپے روانہ فرمائیں۔
- ایجنٹ حضرات ۱۰ جولائی تک اپنی مطلوبہ تعداد سے دفتر کو آگاہ کردیں، تاخیر مناسب نہ ہوگی۔

منیجر مکتبہ تجلی۔ دیوبند (یو پی)